

کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جب علی مرتد مسلمان تھا۔ جس نے عیسائیت کی نشر و اشاعت کیلئے کھڑے ”شمس الاخبار“ جاری کیا تھا۔ گارسن دتاسی نے اپنے مقالات میں ایک اخبار کا انعام عام پر تبصرہ نقل کیا ہے۔ تبصرہ نگار لکھتا ہے:

آئینہ اسلام میں مشنریوں نے مسلمانوں میں ۲۵۰ فرقے کئے ہیں اور لکھا ہے کہ شروع اسلام ہی سے یہ حال تھا اور ان کا دعویٰ ہے کہ عیسائی فرقوں کا یہ حال نہیں مصنف نے ان اعتراضات کا مکمل اور فیصلہ کن جواب دیا ہے۔ مشنریوں نے غلط طور پر بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان فرقوں میں سے آٹھ خدا نہیں مانتے ۱۴ رسول اور پندرہ قرآن کو نہیں مانتے۔ اور ۳۷ علقہ اسلام سے بالکل خارج ہیں۔ مولوی صاحب نے جواب میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ عیسائیوں میں اٹھائیس فرقے موجود ہیں جن میں سے چھ روح القدس کو نہیں مانتے پچیس حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے قائل نہیں۔ سولہ مہد نامہ جدید و قدیم کے آسمانی کتاب ہونے پر ایمان نہیں لاتے اور باقی پچیس فرقے ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں مصنف نے ان کتابوں کے حوالے دئے ہیں جن کا مستند ہونا مسلم ہے۔ مصنف نے جو محنت برداشت کی ہے۔ اس کی تحسین ہمارا فرض ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے لئے انہوں نے مختلف زبانوں کی کتابوں کے حوالے جمع کئے ہیں۔ برخلاف اس کے آئینہ اسلام میں جن کتابوں کے حوالے دئے گئے ہیں۔ صفحات و سطور کی وضاحت نہیں کی گئی۔ لیکن ابوالمنصور کی تصنیف میں صفحات، سطور اور جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کی اشاعت اور مقام کی بھی تشریح کی گئی ہے۔ جس سے اس کتاب کی قدر و قیمت بڑھ گئی ہے۔

۸۔ افحاش المناسم۔ پادری راجرس کی تالیف تفتیش الاسلام پر تنقید ہے۔

۹۔ میزان میزان۔ پادری فینڈر نے ”میزان الحق“ کے نام سے اسلام کے خلاف کتاب لکھی معاصر علماء نے اس کے جوابات لکھے اور مناظرے کئے۔ مولانا رحمت اللہ کیر الہی نے ”انظار الحق“ کے نام سے وہ معرکہ الارا جواب لکھا تھا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے ”لنڈن ٹائمز“ نے لکھا کہ اگر یہ کتاب چھپی رہی تو عیسائیت کی ترقی رک جائے گی۔ تاہم مسلمان علماء نے اس کتاب کے مختلف اوقات میں کئی جواب لکھے۔ ان میں سے ایک ”میزان میزان“ ہے۔

۱۔ مصباح الاسرار۔ پادری فینڈر کی دوسری معروف کتاب "مفتاح الاسرار" ہے جس میں ادبیت سیج اور تثلیث پر بحث کی گئی ہے۔ پادری فینڈر کا جواب اس کے معاصر مولانا محمد اوی کھنوی نے "کشف الاستار" کے نام سے لکھا تھا۔ بعد میں مولانا ابوالمنصور نے "مصباح الاسرار" کے نام سے جواب لکھا۔

۱۱۔ رقیۃ الورد۔ پادری مصدق علی نے "نیا زمانہ" کے نام سے اسلامی عقائد پر تنقیدی کتاب لکھی۔ رقیۃ الورد" اسی کا جواب ہے۔

۱۲۔ حزر جان۔ ڈپٹی عبداللہ انجم کے رسالہ "اصلیت قرآن" کا جواب ہے۔

۱۳۔ تبیان۔ اہل عیسائیت کے بارہ سوالوں کے جواب لکھے ہیں۔

ابوالمنصور دہلوی مرحوم سے تردید عیسائیت کا یہی لٹریچر یادگار نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ ان کے بیسیوں مضامین اور کتابچے ہیں۔ مگر ان کی معرکہ آرا تالیف فارسی زبان میں قرآن حکیم کی تفسیر تبجیل التزیلی" ہے۔ تفسیر میں احادیث صحیحہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اور آریوں، عیسائیوں اور مسلمان متجددین کے افکار کا جواب دیا گیا ہے۔

کتابیات :- تذکرہ ملائے ہند ۔ مولوی رحمن علی محققہ محمد ایوب قادری

۴۔ مقالات گارسن وٹاسی ۔ گارسن وٹاسی

۵۔ صلیب کے طبردار ۔ پادری برکت علی

تربیت دعوت و ارشاد | نئے تعلیمی سال سے مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں ایک نئے درجہ کا اجراء کیا جا رہا ہے۔ اس درجہ میں دعوت و ارشاد کی تربیت کے علاوہ حجتہ اللہ البالغہ، مقدمہ ابن خلدون، الاتقان پڑھائی جائیں گی۔ نیز انگریزی زبان کی بھی تعلیم دی جائے گی۔ مستند اور معیاری مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ داخلہ کی درخواستیں ۱۰ اربھال تک "دفتر تعلیمات مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں پہنچائیں۔ درخواست میں اپنی پوری تعلیمی کیفیت درج کی جائے۔ داخلہ کیلئے انٹرویو ہوگا۔ اور انٹرویو میں ناکام امیدواروں کو واپسی کرلیا دیا جائیگا۔ کامیاب طلبہ کو مبلغ ۱۰۰۰ روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جائے گا جس میں سے ۲۰۰ روپے طعام کے وضع کئے جائیں گے۔ اس درجہ میں صرف مس طلبہ داخل ہونگے۔ نیز مدرسہ میں ابتدائی چار درجوں کا داخلہ بالکل بند ہے۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن۔ کراچی ۷

ڈاکٹر محمد ریاض، استاد سنٹرل گورنمنٹ کالج
اسلام آباد

شرف النساء بیگم

اور

علامہ اقبال

شرف النساء بیگم اشعار میں صدی عیسوی میں لاہور کی ایک جرات مند، متقی اور صاحبِ فقر خاتون تھیں۔ علامہ اقبال نے ہاویہ نامہ کے حصہ آنسوئے اطلاق میں جنت الفردوس کے ذوقِ میلہ اور عالمِ زوال کے واسطے ایمان پرور ماحول میں پہلا ہی عنوان "قصر شرف النساء بیگم" (ص ۱۸۱ تا ۱۸۳ کے ۲۴ اشعار) رکھا ہے۔ نگار اقبال نے اس قصہ کو "نعلِ ناب" سے مرتع دکھایا ہے۔ شاعر شرق کے استفسار پر مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ: اس قصہ کی صاحبہ شرف النساء بیگم رحمۃ اللہ علیہا ایک غیر معمولی متقی، غیور اور با فقر خاتون تھی۔ خطہ لاہور میں ایسی عقیقہ کے مزار کی موجودگی نے اس شہر کے احترام میں اعتراف کیا ہے۔ مگر لوگ ابھی اس کے مقام و مرتبہ سے ناواقف ہیں۔ حاکم پنجاب کی یہ صاحبزادی، ذوق و شوق اور درد و داغ کا مجسمہ تھی۔ خالواۃ نواب عبدالصمد خاں کے زبردیدہ نے اسلامی فقر و درویشی کے امٹ نقوش یادگار چھوڑے ہیں۔ یہ خاتون تیغ بہ کمر تھی اور قرآن مجید کی معنی نیز تلاوت سے بے انتہا شغف رکھتی تھی۔ مرتے وقت اس نے اپنی والدہ سے وصیت کی کہ میرے مزار پر قرآن مجید اور شمشیر برآں کو محفوظ رکھا جائے اور گنبد و قندیل کو زینت مزار بنانے کی ضرورت نہیں۔ اس وصیت کے مطابق قرآن مجید اور شمشیر مدتوں ان کے مزار پر موجود رہے مگر سکھا شاہی عہد کے آخری سالوں (۱۸۴۰-۱۸۴۹ء) میں پنجاب کی تاخت و تاراج کی گرم بازادی کے دوران سکھوں نے مزار کی ان چیزوں کو نابود کر دیا۔ سکھوں کی تاخت و تاراج اور سفایوں کا دور تاریخ پنجاب کا عبرتناک دور ہے۔ (اشعار کی تھیل)

اقبال کے اشعار کے تجزیہ سے واضح ہے کہ انہیں شرف النساء کی تائید زندگی نے متاثر کیا تھا۔ قرآن مجید مسلمانوں کا ابدی دستور حیات ہے، شمشیر، اعلیٰ کلمۃ اللہ اور جہادِ اسلامی کا منظر

ہے، داعی اور اصلاحی۔ اقبال یہاں فرماتے ہیں۔
 ایں دو قوت حافظ یک دیگر اند
 جاوید نامہ میں ہی ”خطاب بہ جاوید“ (سخنی بہ نثر اودو) کے تحت آپ نے سلطان مظفر بیگم کی تقدی شکاری کے ذکر میں (ص ۲۴۰) فرمایا ہے۔
 مرد مومن را عزیز اسے مکتہ رس
 ششوی پس چہ باید کرد“ میں (ص ۲۴-۲۵) ”فقر“ کا عنوان قرآن و شمشیر سے اقبال کی وابستگی کا منظر ہے۔

فقر قرآن احتساب بہت دہود	فی رباب دستی ورقص و سرود
فقر کافر خلوت و شت و دراست	فقر مومن، لہزہ بحر و بر است
دای ما، دای ابن دیر کہن	یتخ لا درکت نہ تو داری نہ من
تا کجا بی غیرت دین زیستن	ای مسلمان ننگ است این زیستن
قرآن مجید و شمشیر کے اسی سیاق میں آپ شرف النساء بیگم کے بارے میں فرماتے ہیں۔	فقر او نقش کہ ماند تا ابد
آں فروغ دورہ عبد الصمد	از تلاوت یک نفس فارغ بنود
تا ز قرآن پاک می سوزد وجود	تن بدن پوش و حواس اللہ مست
در کمر تیغ و درو، قرآن بدست	ای خوش آں عمری کہ رفت اندر نیاز
خلوت و شمشیر و قرآن و نماز	بر مزارش بود شمشیر و کتاب
عمر با در زیر این زریں قباب	اہل حق را داد پیغام حیات
مرقدش اندر جہان بے ثبات	

شرف النساء بیگم کا تعارف | جاوید نامہ کی اشاعت کے زمانے میں، علامہ اقبال کے ایما پر چودھری محمد حسین مرحوم نے ”جاوید نامہ پر ایک نظر“ کے زیر عنوان ایک مبسوط مقالہ لکھا جو ”نیرنگ خیال“ اقبال نمبر ۱۹۳۲ء اور اس کے بعد متعدد کتابوں کی ذیل میں چھپ چکا ہے۔ اس تاریخی مقالہ میں شرف النساء بیگم کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے ہم اس کے چند اقتباسات نقل کر کے ضمنی باتوں کی توضیح کریں گے۔

شرف النساء بیگم، نواب خان بہادر خاں کی بیٹی اور نواب عبدالصمد خان کی پوتی تھیں۔ یہ دولہا باپ بیٹے بہادر شاہ اول شاہ عالم اور فرخ سیر نیز ان کے جانشینوں کے عہد حکومت

میں پنجاب کے حاکم رہے۔ عبدالصمد خان وہی ہیں جنہوں نے پنجاب میں بندہ بیرگی کے عظیم فتنے کو دبایا اور اس فتنہ گر کو گرفتار کر کے دہلی پہنچایا۔ نواب عبدالصمد خان اور اس کے بیٹے نواب خان بہادر خاں کی قبریں بیگم پورہ میں چار دیواری کے اندر موجود ہیں۔ انہی مقبروں میں شرف النساء بیگم کا مقبرہ بھی ہے۔

شرف النساء بیگم نے محلات شاہی کے احاطے میں ایک چبوترہ بنوا رکھا تھا جس پر سیر می لگا کر چڑھا جاتا تھا۔ اس خاتون کا معمول تھا کہ ہر روز صبح کی نماز کے بعد چوترا اتار کر اس چبوترہ پر بیٹھ جاتیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتیں۔ وہاں ایک مرتع تلوار رکھی تھی، جب تلاوت ختم کر لیتیں تو قرآن حکیم کو بند کر کے وہیں پڑا رہنے دیتیں اور مرتع تلوار اس کے ساتھ رکھ کر نیچے اتر آتیں۔ مرتے وقت انہوں نے وصیت کی کہ وہ اسی چبوترہ پہ دفن کی جائیں اور قرآن حکیم و شمیر کو ان کی مرقہ پر ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ انہیں وہیں دفن کیا گیا۔ اور بعد میں مذکورہ چبوترہ پر گنبد بنایا گیا۔ مقبرہ کی بالائی دیواروں کے باہر سرد کے درخت ہیں۔ اور ان کی وجہ سے لوگ اب اس مقبرے کو سرد والا مقبرہ کہتے ہیں۔ شرف النساء بیگم کی وصیت کے مطابق قرآن مجید اور تلوار ایک مدت تک ان کی قبر پر محفوظ رہے۔ لیکن انیسویں صدی کے وسط میں سکھوں کی خانہ جنگی کے دوران کسی حریف، کچھ سردار نے یہ سوچ کر کہ اس دو منزلہ مقبرے میں کوئی خزانہ مدفون ہوگا۔ اسے کھول ڈالا۔ قرآن مجید اور شمیر اس سے ہٹا ڈالیں اور کچھ ہاتھ نہ لگا۔ جاوید نامہ میں یہی ایک مقام ہے جہاں پنجاب کے مسلمانوں کی تاریخ کا ایک دردناک باب اشاروں میں پیش کر دیا گیا ہے۔ الخ

توضیح | گذشتہ اقتباس میں بیگم مرحومہ کے والد کا نام "نواب خان بہادر خان" لکھا گیا ہے۔ اس سے مراد نواب خان بہادر خان سیف الدولہ دیر جنگ زکریا خاں ہیں۔ آپ نواب سیف الدولہ عبدالصمد خان دیر جنگ احراری مرقندی، حاکم پنجاب (لاہور و ملتان) و کشمیر کے فرزند تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ نے حاکم پنجاب کا عہدہ سنبھالا اور اپنی وفات (اول جمادی الثانی ۱۱۵۸ھ یکم جولائی ۱۷۴۵ء) تک نہایت استعداد اور دور اندیشی سے فرائض انجام دئے ہیں۔ اشعار اقبال میں چونکہ نواب عبدالصمد کا نام آیا، اور ان کے کارنامے دیگر توصیحات سے مربوط ہیں۔ اس لئے ہم پہلے ان کا ذکر کرتے ہیں۔

عبدالصمد خان، مرقند اور بقول بعض بخارا کے رہنے والے تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شہر

عارف خواجہ محمود خاوند متوفی ۱۵۵۴ء ملقب "حضرت ایشان" کے مزار واقع لاہور کی زیارت کرنے آئے اور بعد میں یہیں رہ گئے تھے وہ منل حکام اور شاہزادوں کی ملازمت کرتے کرتے اس درجہ ترقی کر گئے کہ فرخ سیر (۱۶۱۲-۱۶۱۹ء) نے ۱۶۱۳ء میں انہیں پنجاب کا حاکم مقرر کر دیا۔ اگلے سال بدنام سکھ فتنہ گرد بندہ بیراگی نے پنجاب اور اس کے نواح میں تاخت و تاراج کا بازار گرم کیا۔ اسے

مسلمانوں سے بے حد عداوت تھی۔ بچوں اور عورتوں کا اغوا، سادہ عورتوں کے شکم ہچاک کر دانا، مساجد کی مسماری اور مسلمانوں کی نعشوں تک کو قبر سے نکال کر ان کی بے حرمتی کرنا، اس کا معمول بن چکا تھا۔ نواب عبدالصمد خان نے دہلی کی مرکزی حکومت کی فوج کی کمک سے بندہ بیراگی سے کئی دہائیاں لڑیں۔ اور آخر دسمبر ۱۶۱۵ء میں اسے گرفتار کر دیا کہ دہلی بھیجا تھا۔ وہاں اسے قید رکھا گیا۔ اور ۱۹ جون ۱۶۱۶ء کو عبرت ناک طریقے سے قتل کیا گیا جسکی تفصیل سیر المتاخرین حصہ اول میں دیکھی جاسکتی ہے۔ نواب عبدالصمد خان کی اہلیت کے ذکر کے طور پر اس امر کو بیان کر دیا جاسے کہ بندہ کی فتنہ گردی کے زمانے میں انہیں خاص طور پر کشمیر سے بلایا گیا تھا۔ نواب موصوف ان دنوں وادی جموں و کشمیر کی امارت بھی سنبھالے ہوئے تھے۔ اور ان کے فرزند نواب زکریا خان حکومت پنجاب کے معاملے میں ان کی نیابت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

بندہ بیراگی سے ٹھٹھنے کے لئے پنجاب کی طرف کوچ کرتے وقت، نواب نے غلام عارف خاں کو کشمیر میں اپنا نائب الامور بنایا تھا۔ بندہ بیراگی کے فتنے کے خاتمے کے بعد آپ پنجاب میں ہی رہے۔ مگر سلطان ناصر الدین محمد شاہ زنگیلا (۱۶۱۹-۱۶۴۸ء) کے عہد میں ۱۶۲۰ء سے ۱۶۲۳ء تک آپ نے وادی جموں و کشمیر کی نظامت کا اضافی عہدہ دوبارہ سنبھالا ہے۔ نواب عبدالصمد خان نے ۲۸ ربیع الاول ۱۱۰۱ھ / ۲۶ جولائی ۱۶۳۷ء کو وفات پائی اور مذکورہ درویش خواجہ محمود خاوند کے مزار واقع لاہور کے پہلو میں دفن ہوئے۔

نواب عبدالصمد ایک جنگجو اور اعلیٰ انتظامی قابلیت کے حامل ہی نہ تھے، وہ دراندیش اور معارف پرور بھی تھے۔ فارسی کا مشہور ہندو شاعر اندرام خلص سوجھی سیالکوٹی (۱۱۶۴ھ/۱۶۵۱ء) جو مرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی اور سراج الدین خاں آرزو جیسے فضلا سے اپنے اشعار میں اصلاح لیتا رہا۔ نواب عبدالصمد خان کا وکیل تھا۔ اور موصوف کی سرپرستی میں رہا ہے۔ نواب نے اسے "رائے رباب" کا لقب دے رکھا تھا۔ اتفاق سے اس شاعر کے کلام سے اقبال کو بھی متاثر ہوئی تھی۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء میں مجلہ مخزن میں ایک مقالہ قومی زندگی "لکھنے میں انہوں نے غلص کا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے۔

نیست جرات برض حال مرا
گلہ مندم زبی زبانیہا

نواب عبدالقصد خاں کی زوجہ بیگم جاں امرد علی اور رفاہی کاموں میں بڑی دلچسپی لیتی تھیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ لاہور کا حملہ بیگم پورہ موصوفہ کے نام پر آباد کیا گیا تھا۔

نواب زکریا خاں | نواب ایک با استعداد اور دور اندیش شخص تھا۔ وہ راتوں کو بھیس بدل کر گشت کرتا مظلوموں کی شکایات سنتا اور ظالموں کو کیفر کر دیتا تھا۔ نواب خان بہادر زکریا خاں نے فرقہ وارانہ فسادات اور غیر مسلموں کی سفاکیوں سے قطع نظر، بڑی رواداری اور انصاف دوستی کے ساتھ حکومت کی ہے۔ اس کے دور کا ایک بڑا واقعہ نادر شاہ افشار ایرانی کا حملہ ہے۔ (۱۷۳۹ء میں) نواب زکریا نے مرکزی دولتِ مغلیہ کو نادر شاہ کے مقابلے کی خاطر متوجہ کیا مگر وہاں نظام الملک آصف جاہ اور اس کے بیٹوں نے "محمد شاہ" کو "ناصر الدین غازی" کا لقب دے کر عملاً "رنگیلا" بنا رکھا تھا۔ شکست آمیز جنگ کا نتیجہ دیکھنے سے قبل ہی نواب زکریا خاں نے نادر شاہ سے صلح کی گفتگو کی، تحائف نذر کئے اور اس طرح گہوارہ علم و ادب لاہور کو تباہ ہونے سے بچا لیا۔ نواب زکریا خاں کا یہ عمل ہمیں حاکم شیراز ابو بکر بن سعد زنگی انابک (۶۲۳ - ۶۵۸ھ) اور سلطان کشیر اسکندر بت شکن (۷۹۶ - ۸۲۰ھ) کی یاد دلاتا ہے۔

مقدم الذکر نے ہلاکو سے اور موخر الذکر نے امیر تیمور سے اپنے علاقے کو بچا لیا تھا۔

نواب زکریا خاں کے بعد ان کے بھائی نواب بھی خان اور نواب شاہنواز خان یکے بعد دیگرے سرزمین پنجاب کے حاکم رہے۔ ان کے تیسرے بھائی کا نام مریم تھا۔ نواب زکریا کے بھائیوں کے دورِ نظامت میں سکھوں مرہٹوں نے زور پکڑ لیا تھا۔ ان کے نفوذ کو روکنے کی خاطر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۹ھ / ۱۷۶۲ء) نے اور بقول بعض نواب شاہنواز خان نے بھی احمد شاہ ابدالی کو پنجاب اور اس کے نواح پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ احمد شاہ نے برصغیر پر دس بار حملہ کیا۔ پہلے حملہ ۱۱۷۹ھ / ۱۷۶۸ء میں لاہور کو بھی نقصان پہنچا تھا۔ اس کا چھٹا حملہ پانی پت کی ٹیسری لڑائی (۱۷۹۱ء) کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں مرہٹوں کو بے حد نقصان پہنچا مگر چونکہ ابدالی افغانستان کو لوٹ گئے اور مقامی مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہوئے۔ اس لئے پہلے بعض افغانوں غارتگوں نے اور پھر سکھوں نے سرزمین پنجاب کو تاخت و تاراج کیا۔

سکھا شاہی دور | احمد شاہ ابدالی کے کابل چلا جانے کے بعد ۱۷۹۲ء میں سکھوں نے سرہند کے حاکم زین خان کو قتل کر دیا۔ اور اس علاقے پر متصرف ہو گئے۔ سرہند کے بعد سکھوں نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے افغانوں کو اپنی رفاہی اور باجگزاری کا یقین دلایا۔ ۲۸ سال کی باجگزاری کے بعد